حدیث :"لا ضرر ولا ضرار" کی روشنی میں

حق اختیار سے ناجائز فائدہ اٹھانا۔۔ایک جائزہ

ضیاء اللہ رحمانی☆

تمہید :

زیر نظر مختصر مقالے میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارک [لا ضرر ولا ضرار] ، جو قواعد فقہیہ میں سے ایک انتہائی اہم قاعدہ ہے، کا حق یا اختیار کے غلط استعمال کے حوالے سے جائزہ لیا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین تھے اور آپؐ کے لائے ہوئے نظام اور وضع کردہ قوانین میں انسانیت کیلئے تاقیامت فلاح کا راز مضمر ہے۔ زیر بحث مختصر حدیث میں آپؐ نے انسانی معاشرے میں پر امن بقائے باہمی کا جو عظیم اصول بیان کیا ہے، اس کا اندازہ ان بے شمار اصول و فروع سے ہوتا ہے جو صحابہ کرام ، تابعین اور آئمہ وفقہاء نے اس حدیث کو بنیاد بنا کر مستنبط کئے ہیں۔

معاملات میں جہاں بھی ضرر کا پہلو نکلتا ہے وہاں اس حدیث کی عمومی طور پر تطبیق ہوتی ہے لیکن جب کوئی شخص اپنے کسی جائز حق کو غیر شرعی مقصد کے حصول کیلئے استعمال کرتا ہے تو اس حدیث کی تطبیق بطور خاص ہوتی ہے ۔ آنے والی سطورمیں اسی نکتہ کی وضاحت کی کوشش کی گئی ہے۔

زیر بحث حدیث کی سند :

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : .

"لا ضرر ولا ضرار"

"آدمی نہ خود ضرر اٹھائے اور نہ کسی کو ضرر پہنچائے"۔

☆ لیکچرر۔ ریسرچ ایسوسی ایٹ ، ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد

الفاظ کے ذرا سے اختلاف کے ساتھ یہ مضمون کتب حدیث میں مختلف روایتوں کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔

امام احمد بن حنبل، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا ضرر ولا اضرار، وللرجل ان یجعل خشبة فی حائط جاره والطریق المیتاء سبعة اذرع"(۱)

"آدمی نہ خود ضرر اٹھائے اور نہ کسی کو ضرر پہنچائے، اور آدمی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی دیوار پر اپنی لکڑی رکھے اور عام راستہ سات ہاتھ ہوتا ہے۔"

حاکم نے المستدرک میں ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا ضرر ولا ضرار، من ضار، ضاره الله ومن شاق، شاق الله علیه"(۲)

"آدمی نہ ضرر اٹھائے اور نہ کسی کو ضرر پہنچائے۔ اور جو شخص کسی کو ضرر پہنچائے اللہ اس کو ضرر پہنچائیگا۔ اور جس نے کسی پر سختی کی اللہ اس پر سختی کریگا۔"

حاکم کے مطابق یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

ابن رجب حنبلی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے جس کو ابن ماجہ، دار قطنی اور امام مالک نے مسند کے طور پر اور امام مالک نے اپنی موطا میں اس کو مرسل کے طور پر روایت کیا ہے۔

اس کو اھل علم کی اکثریت نے قبول کیا ہے اور دلیل کے طور پر سمجھا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ ان احادیث میں سے ہے جن پر فقہ کا دارومدار ہے اور یہی چیز اس کی اہمیت میں اضافہ کرتی ہے(۳)۔

آیات مبارکہ جواس حدیث کی تائید کرتی ہیں:

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ ضرر کو منع کیا گیا ہے، جس کو منع کرنا مقاصد شریعہ کے عین مطابق ہے۔ اس مفہوم پر قرآن

وسنت کی کئی نصوص دلالت کرتی ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے :

" لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ ..."(البقرۃ۔۲۳۳)

ترجمہ : (نہ تو ماں کو اور نہ ہی والد کو بچے کیوجہ سے ضرر پہنچایا جائیگا)

چنانچہ اس آیت میں بچے کو دودھ پلانے کے معاملے میں صراحتاً والدین میں کسی کو بھی دوسرے کی جانب نقصان دینے کو منع کردیا گیا ہے۔ والدہ کو نقصان نہ پہنچانا یہ ہے کہ اگر وہ اس اجرت پر اپنے بچے کو دودھ پلانا چاہے جس پر کوئی اور پلاتی ہے تو اس کے شوہر کو یہ حق نہیں کہ وہ بچے کو کسی اور رضائی ماں کے حوالے کرے، جس سے بچے کی اصل ماں کو نقصان ہوتا ہے(۴)۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

" ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا " (البقرۃ ۔ ۲۳۱)

ترجمہ : (اور ان کو ستانے کی خاطر روک کر زیادتی نہ کرو)

یہ آیت طلاق کی حث میں نازل ہوئی ہے، بعض لوگ بیوی کو زچ کرنے کیلئے طلاق دیتے تھے اور جب عدت کا وقت پورا ہونے کے قریب ہوتا تھا تو رجوع کرلیتے تھے اور کچھ عرصے بعد پھر طلاق دیتے تھے ، جس سے ان کا مقصد محض بیوی کو ایک دفعہ پھر عدت پر مجبور کرنا ہوتا تھا جو ایک طرح کی زیادتی ہے۔ لہذا مذکورہ بالا آیت میں اس عمل کے ذریعے عورت کو ضرر پہنچانے سے منع کیا گیا(۵)۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے :

" ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن " (الطلاق ۔ ۰۶)

ترجمہ :(اور ان پر تنگی کرکے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ)

اس آیت میں اللہ تعالی نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ بیوی کو نفقہ کم دیکر اس کو تنگ کیا جائے۔(۶)

ایک اور مقام پر اللہ فرماتے ہیں :

" ولا یضار کاتب ولا شهید " (البقرہ ۔ ۲۸۲)

ترجمہ : (اور کاتب اور گواہ کو نہ ستایا جائے) ۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے قرض کے معاملے میں لکھنے والے اور گواہ کو ضرر پہنچانے سے منع فرمایا ہے ۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

" غیر مضار وصیة من الله . . . " (النساء ۔ ۱۲)

ترجمہ : (اللہ کا حکم ہے کہ وصیت جو کی جاتی ہے وہ ضرر رساں نہ ہو)

چنانچہ وصیت میں شرط رکھی گئی کہ وہ ایسی نہ ہو جس سے ورثاء کو کسی طرح کا ضرر پہنچے ۔

جصاص کہتے ہیں : وصیت میں ضرر رسانی کئی پہلوؤں سے ہوسکتی ہے : لہذا یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے پورے یا کچھ مال میں وصیت کے ذریعے کسی اجنبی کی ملکیت کا اقرار کرے ، یا اپنے اوپر جھوٹ موٹ قرض کا اقرار کرے تاکہ ورثاء اور مستحقین سے میراث لیکر ان کو نقصان پہچایا جاسکے ۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بستر مرگ پر کسی کے قرض کی ادائیگی کا اقرار کرے تاکہ وہ مال وارثوں کو حاصل نہ ہو ۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ورثاء کو نقصان پہنچانے کیلئے مرض الموت میں ایک تہائی سے زیادہ مال کسی کو تحفے میں یا خیرات میں دے(۷) ۔

ابھی تک ہم نے صرف قرآن کریم سے استدلال کیا ہے ۔

زیر بحث حدیث کے علاوہ باقی احادیث سے بھی اس مفہوم کو تقویت ملتی ہے ۔

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوا کہ ضرر کی ہر شکل کو اسلام نے منع کیا ہے ۔ یہ حدیث دینی قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے اور دین کی کلیات و جزئیات اس کی تائید کرتی ہیں۔ جبکہ دوسروں کو ضرر پہنچانے والے کو وعید سنائی گئی ہے(۸)۔

فقہ میں اس حدیث کی تطبیق :

یہ حدیث فقہ کے بہت سے ابواب کی بنیاد ہے ، جیسے عیب کی وجہ سے خریدی ہوئی چیز کی واپسی ، معاہدات میں تمام اختیارات ، مالی تصرفات پر پابندی کی تمام شکلیں، شفعہ جس کا حق حصہ دار کو تقسیم کے ضرر سے بچانے اور پڑوسی کو برے پڑوس کے ضرر سے بچانے کیلئے دیا گیا ہے ، قصاص ، حدود ، کفارے ، حکام اور قاضیوں کی تقرری ، مشرکین اور باغیوں سے قتال وغیرہ تمام معاملات کی بنیاد ضرر کو رفع کرنے کیلئے مشروع کئے گئے ہیں(۹)۔

مذکورہ قاعدہ یعنی " لا ضرر ولا ضرار "۔ کی بنیاد پر فقہاء نے متعدد فقہی قواعد بھی مستنبط کئے ہیں جن کی تفصیل تو اس مقام پر ممکن نہیں البتہ ہم ان میں سے کچھ اہم قواعد کا اجمالاً ذکر کریں گے ۔

پہلا قاعدہ " **الضرورات تبیح المحظورات** " ہے۔

یعنی حالت ضرورت میں ممنوعہ اشیاء بھی مباح ہوجاتی ہیں ۔ لہذا جان بچانے کیلئے مردار کھانا ، پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں جان بچانے کیلئے شراب کا گھونٹ لینا ، جبر کی حالت میں کلمہ کفر کہنا ، یہ سب اور اس طرح کی اور صورتیں جائز ہوتی ہیں(۱۰)۔

دوسرا قاعدہ ہے :

الضرر لا یزال بالضرر(۱۱)

(ضرر کو ضرر کے ذریعے زائل نہیں کیا جاتا)

یہ قاعدہ در اصل ایک اور قاعدے کو مقید کرنے کیلئے ہے جو ایسا ہے " الضرر یزال" یعنی ضرر کو زائل کیا جاتا ہے ۔

ایک اور قاعدہ اس باب میں یہ ہے :

یتحمل الضرر الخاص لا جل دفع الضرر العام (۱۲)

اجتماعی ضرر کو دفع کرنے کیلئے انفرادی ضرر کو برداشت کیا جائیگا۔

جیسے عام راستے کی طرف جھکی ہوئی کسی شخص کی دیوار کو خطرہ کم کرنے کیلئے

گرانا، جس میں اجتماعی خطرے کے مقابلے میں ایک شخص کو ممکنہ نقصان ہوسکتا ہے۔ یا اهل تجارت کی زیادتی کرنے کی صورت میں حکومت کا قیمتوں کا تعین کرنا، جس میں کسی تاجر کا ممکنہ انفرادی نقصان ہوسکتا ہے(۱۳)۔

یہ مثال کے طور پر ہم نے چند فقہی قواعد کا ذکر کیا۔ جو ہمارے موضوع سے متعلق تھے۔ آئندہ سطور میں ہم اس حدیث کا اختیارات کے غلط استعمال کو منع کرنے کے حکم کی دلیل کے طور پر جائزہ لیں گے۔ جس کو جدید فقہی اصطلاح میں تعسف (Abuse of Power) کہتے ہیں۔

ضرر اور ضرار کے معنی:

صاحب لسان العرب کہتے ہیں:

" لا ضرر " یعنی آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہنچائے، جو نفع کا متضاد ہے۔ اور " لا ضرار " کا معنی یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو ضرر نہ پہنچائیں۔ " ضرار " بیک وقت دونوں کی جانب سے ہوتا ہے اور ضرر ایک آدمی کا کام ہے۔ لاضرار کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اس کو ضرر پہنچایا ہے اس کو بدلے میں ضرر نہ پہنچائے بلکہ اس کو معاف کردے"(۱۴)۔

ابن الاثیر کہتے ہیں:

"ضرر فعل کی ابتداء ہے اور ضرار اس کی جزا ہے ـــ یہ بھی کہا گیا کہ ضرر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنے بھائی کو کوئی نقصان پہنچائے اور خود فائدہ اٹھائے اور ضرار یہ ہے کہ بغیر اپنے کسی فائدے کے دوسرے کو نقصان پہنچایا جائے"(۱۵)۔

موطا کی شرح المنتقی میں بھی یہی بات درج ہے(۱۶)۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ دراصل دونوں کا معنی ایک ہے اور دونوں کا ذکر صرف تاکید کیلئے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ " ضرر" تنگی ہے اور " ضارہ " کا مطلب ہے کہ اس نے اس کو تنگ کیا(۱۷)۔

مختار الصحاح میں " ضر " کو نفع کا متضاد بتایا گیا ہے جو باب " ردّ " سے ہے (۱۸)۔
بعض روایات میں " اضرار " (ہمزہ کے ساتھ) ذکر ہوا ہے، یہ ابن ماجہ اور دار قطنی کی

روایتوں میں ہے بلکہ موطا کے بعض نسخوں میں بھی ہے اور ابن رجب کہتے ہیں کہ ضرّ اور "اضرّ" ہم معنی الفاظ ہیں(۱۹)۔

ڈاکٹر فتحی درینی کہتے ہیں :

جب ضرر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح قول کے ساتھ ممنوع قرار دیا گیا کہ " لا ضرر ولا ضرار " ۔ تو یہ دراصل ان تمام افعال کی ممنوعیت ہے جو ضرر پہنچاتے ہیں چاہے ان سے ضرر مقصود ہو یا نہ ہو ، تاکہ ضرر کی تمام صورتوں کا سدباب ہو اور یہ حدیث اپنے عموم کے ساتھ استثنائی صورتوں کے علاوہ نافذ ہو ۔ لہذا اس حدیث میں ضرر کی ممنوعیت براہ راست ضرر، زیادتی کے ساتھ سبب بننے کی صورت میں اور ایسے تمام غیر مشروع افعال کے ارتکاب کے ساتھ متعلق ہے جس کو انسان کی ذات ، مال یا اس کے کسی حق کو ضرر پہنچے(۲۰)۔

مصطفی احمد الزرقا کے مطابق اس حدیث کا مطلب ہے کہ ہمارے دین میں ضرر اور " ضرار " نہیں، یعنی شرعی طور پر یہ جائز نہیں کہ کسی اور کو ضرر یا ضرار پہنچائے ۔ نص حدیث ضرر کی مکمل نفی کررہی ہے اس لئے اس کا منع کرنا مطلقاً واجب ہے ۔ اس میں انفرادی ، اجتماعی ضرر دونوں شامل ہیں ، اور وہ اقدامات بھی جو کسی ضرر کے سدباب کیلئے کئے جاتے ہیں۔ لہذا مالی حقوق میں ضرر کا مقابلہ ضرر سے کرنا منع ہے ۔ اس میں ضرر کی وہ صورت بھی داخل ہوتی ہے جو بظاہر کسی جائز فعل کے نتیجے میں کسی اور شخص کو پہنچتی ہے ۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی کام بذات خود تو جائز ہو ، لیکن اس کے نتیجے میں کسی اور کو ضرر پہنچنے کا امکان ہو ، ایسی صورت میں یہ فعل شارع کے مقصد کے خلاف ہوتا ہے(۲۱)۔ جس کو " تعسف " یعنی حق یا اختیار کے استعمال کے ذریعے زیادتی (Abuse of Power) کہتے ہیں۔

اختیار / حق کا غلط استعمال (تعسف) Abuse of Power

بظاہر کسی جائز فعل کے ذریعے، جس کے کرنے کی اجازت شریعت دیتی ہے ، غیر شرعی مقصد حاصل کرنے کو " تعسف " (حق یا اختیار کا غلط استعمال) کہتے ہیں(۲۲)۔

امام شاطبی کہتے ہیں : "اگر کوئی شخص شرعی احکام سے ان کے مقرر کردہ مقاصد

کے علاوہ مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ شریعت کی مخالفت کرتا ہے اور جو شریعت کی مخالفت کرتا ہے اس کا عمل باطل ہے"(۲۳)۔

"ضرر" اور "ضرار" کے معنی کی بحث میں ہم نے جو آیات کریمہ بیان کیں ان میں اسی چیز یعنی حق یا اختیار کے استعمال سے غیر شرعی مقصد حاصل کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اللہ تعالی نے وصیت میں غیر نقصان دہ ہونے کی قید لگا کر حق ملکیت کے استعمال میں ضرر سے منع کیا۔ اس طرح ایک طلاق کے بعد عدت کے دوران رجوع کے حق کو بیوی کو تنگ کرنے کی غرض سے استعمال سے منع کیا۔ اس لئے کہ رجوع کا حق مرد کو طلاق کے بعد ایک مرتبہ پھر ازدواجی زندگی کو قائم کرنے کا موقع دیتا ہے، چنانچہ اگر کوئی اس کو عورت کو تنگ کرنے کی غرض سے استعمال کرے تو یہ شریعت کے مقاصد کی مخالفت ہے جو ممنوع ہے اس بارے میں ذکر شدہ آیات سے بآسانی یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ حق کے استعمال سے غیر شرعی مقصد حاصل کرنا (تعسف) ممنوع ہے۔

اختیار یا حق کے غلط استعمال کا سد باب:

اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بالکل واضح ہے۔ ابو داؤد کی حدیث ہے کہ سمرہ بن جندب کے ایک انصاری کے باغ میں کچھ کھجور کے درخت تھے۔ ان انصاری کے اہل خانہ بھی ادھر ہوتے تھے اس لئے سمرہ بن جندب کا وہاں جانا ان کو ناگوار گزرتا تھا، انہوں نے سمرہ سے وہ درخت خریدنے چاہے لیکن وہ نہ مانے پھر اس کے بدلے کہیں اور درخت لینے کو کہا لیکن سمرہ نہ مانے، لہذا وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت لیکر آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہ کو طلب کیا اور ان سے وہ درخت انصاری کو بیچنے یا اس کے بدلے میں کسی اور جگہ درخت قبول کرنے کو کہا لیکن سمرہ نہ مانے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایسا نہیں تو تم وہ درخت ان انصاری کو ہبہ کردو اور تمہارے لئے اس اس طرح اجر ہوگا، یعنی آپؐ نے سمرہ کو ترغیب دی۔ لیکن وہ نہ مانے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا: "تم ضرر پہنچانے والے ہو" اور پھر آپ نے انصاری کو حکم دیا کہ "جاؤ اور ان درختوں کو اکھاڑ دو"(۲۴)۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ زیر بحث حدیث (لا ضرر ولا ضرار) فقہ اسلامی میں نظریہ تعسف کی اصل ہے، جس کی تائید قرآن وسنت دونوں میں موجود دلائل سے ہوتی ہے، اسی لئے یہ حدیث جوامع الکلم میں سے شمار ہوتی ہے۔

اس ضمن میں قرآن اور سنت کے علاوہ آثار صحابہ سے بھی دلائل ملتے ہیں۔

موطا کی روایت ہے۔ امام مالک عمرو بن یحیی المازنی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ ضحاک بن خلیفہ اپنی زمین کو پانی دینے کی غرض سے ایک نہر نکالنا چاہتے ہیں، درمیان میں محمد بن مسلمہ کی زمین تھی، جس سے نہر نے گذرنا تھا، لیکن محمد بن مسلمہ نے اجازت دینے سے انکار کیا، ضحاک نے ان کو کہا: "تم کیوں مجھے منع کرتے ہو، اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ تمہیں ہر حالت میں پانی میسر ہوگا اور تمہیں کوئی ضرر بھی نہیں پہنچے گا"۔ لیکن محمد بن مسلمہ نہیں مانے۔ لہٰذا ضحاک نے عمر بن خطاب کو شکایت کی، عمر نے محمد بن مسلمہ کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ ضحاک کو نہر کھدوانے دیں۔ لیکن محمد بن مسلمہ نے کہا: نہیں، عمر نے فرمایا: تم کیوں اپنے بھائی کو ایسی چیز سے منع کرتے ہو جس میں تمہارے لئے فائدہ ہے تم تو ہر حالت میں اس سے اپنی فصل کو پانی دے سکتے ہو اور تمہیں کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا۔ لیکن محمد بن مسلمہ نے کہا: نہیں، واللہ نہیں۔ چنانچہ عمرؓ نے فرمایا: واللہ یہ نہر گذرے گی چاہے تمہارے پیٹ کے اوپر سے کیوں نہ ہو۔ اور ضحاک کو آپؓ نے نہر کی کھدائی کا حکم دیا اور انھوں نے نہر کھود کر گذار دی(۲۵)۔

اس طرح عمر رضی اللہ عنہ نے واضح کیا کہ اسلامی حکومت اگر دیکھے کہ حقوق کو اس طرح استعمال کیا جارہا ہے کہ اس سے دوسروں کو نقصان ہو تو وہ حق کے ایسے استعمال کو منع کرسکتی ہے۔

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہودی خاتون سے شادی کی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ اس کو چھوڑ دیں، حذیفہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے خط کے ذریعے پوچھا: کیا ایسا کرنا حرام ہے؟ عمر رضی اللہ نے جواب

دیا : حرام نہیں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم ان میں سے آوارہ عورتوں سے شادی نہ کرلو(۲۶)۔

اس معاملے سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب محسوس کیا کہ اھل کتاب عورتوں کی مسلمانوں سے شادی سے اس زمانے میں دشمنان اسلام فائدہ اٹھا سکتے تھے تو انھوں نے اس چیز کو منع کیا۔ حالانکہ شرعی طور پر اھل کتاب عورتوں سے شادی جائز ہے ۔ لیکن اعمال کو ان کے مقاصد سے پرکھا جاتا ہے ۔درج بالا واقعہ اور اس طرح کے بہت سارے اور واقعات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مجموعی طرز عمل بھی واضح ہوتا ہے ، جنہوں نے ہمیشہ احکام کو ان کے مقاصد اور مطلوبہ مصلحت کو پیش نظر رکھ کر نافذ کیا۔ اس لئے کہ وہ احکام کے اسباب و مقاصد کو بہتر سمجھتے تھے جن کے سامنے اور اکثر انہی کے بارے میں قرآن کے احکام نازل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر وبیشتر ان کے بارے میں فیصلے کئے۔ چنانچہ جب بھی صحابہؓ یہ دیکھتے کہ کسی حکم سے اس کا مطلوب فائدہ حاصل نہیں ہورہا بلکہ اس سے کوئی ضرر پہنچنے کا امکان ہے تو وہ اس حکم کو معطل کردیتے ۔

حق ملکیت میں اس حدیث کی تطبیق :

کیا یہ حدیث ایک عام قاعدہ ہے جس کا اطلاق تمام حقوق بشمول حق ملکیت پر یکساں ہوگا ؟ اس بارے میں فقہاء کی آراء میں اختلاف ہے ، ہم مختصراً ان آراء کا جائزہ لیتے ہیں۔

احناف کی رائے :

احناف کی رائے یہ ہے کہ انسان کو اپنی ملکیت میں کسی حق کے استعمال سے نہیں روکا جاسکتا۔ چاہے اس سے کسی کو ضرر کیوں نہ پہنچے۔

شمس الائمہ امام سرخسی کہتے ہیں:

انسان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرے ، پڑوسی کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ اس کو کسی کام سے منع کرے ۔ وہ چاہے اپنی زمین میں حمام بنائے، تندور لگائے یا راستہ بنائے اس لئے کہ وہ خالص اپنی ملکیت میں تصرف کررہا

ہے(۲۷)۔

امام علاء الدین الکاسانی لکھتے ہیں :

ملکیت کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ مالک اس میں کسی اور کی مداخلت وجبر کے بغیر اپنے اختیار سے جو چاہے عمل کرے ، ضروری حالات کے علاوہ (جس میں اجتماعیت کو مداخلت کی اجازت ہوتی ہے) کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس کو منع کرے ، اگرچہ اس کو اس عمل سے کوئی ضرر پہنچ رہا ہو ۔

البتہ اگر کسی اور کا حق اس ملکیت میں شامل ہوا تو پھر صاحب حق کی رضا کے بغیر کسی کو کوئی تصرف کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

مالک اپنی زمین میں جو چاہے بنائے پڑوسی اس کو منع نہیں کرسکتا ، اور اگر وہ اپنی زمین کوئی ایسا عمل کرے(جیسے کنواں کھودنا جس سے پڑوس کی عمارت کی بنیادوں کو نقصان پہنچ کر اس کی دیوار گر جائے تو اس پر کوئی ذمہ داری ہوگی ، کیونکہ اس نے کسی اور کی ملکیت میں کوئی مداخلت نہیں کی ۔

اس لئے اگر نچلی منزل ایک شخص کی جبکہ اوپر والی دوسرے کی ہو اور دونوں گر جائیں تو نیچے والے کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنی منزل تعمیر کرے تاکہ اوپر والا بھی ایسا کرسکے ، اس لئے کہ وہ (نچلی منزل) اس کی ملکیت ہے اور انسان کو اپنی ملکیت کے معاملے میں مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اوپر منزل والے کو کہا جائیگا کہ اگر تم چاہو تو اپنے خرچ پر نچلی منزل تعمیر کرو اور پھر اوپر اپنی منزل بنالو(۲۸)۔

درجہ بالا سطور سے فقہاء احناف کا موقف ملکیت کے حق کے استعمال کے بارے میں واضح ہوتا ہے ۔ جس کے مطابق کسی بھی فرد کو اپنی ملکیت کی حدود کے اندر مکمل آزادی عمل ہے ۔ یاد رہے کہ یہ بحث قانون کے عمل میں آنے سے متعلق ہے ، یعنی کسی فرد کو اس کی ملکیت میں کسی طرح کا جائز عمل کرنے سے قانوناً اس بنیاد پر نہیں روکا جائیگا کہ اس عمل سے کسی پڑوس کو کوئی نقصان پہنچ رہا ہے ۔ مثال کے طور پر ایک شخص کی زمین میں پہلے سے کنواں ہے ۔ ساتھ والی زمین کا مالک اپنی زمین میں کنواں کھودتا ہے ۔ جس کے

ساتھ ہی پہلے والے کنویں میں پانی ختم ہوجاتا ہے ۔ جو یقیناً اس نئے کنویں کا اثر ہے ۔ لیکن احناف کے نزدیک قانوناً نیا کنواں کھودنے والے کو منع نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ وہ اپنی ملکیت کے حدود میں تصرف کررہا ہے اور اس طرح کرنے سے فرد کی آزادی اور ملکیت کا حق متاثر ہوتا ہے۔ جس کا متاثر ہونا بذات خود ایک ضرر ہے۔

تاہم احناف میں بعض فقہاء اپنی ملکیت میں تصرف کو بھی اس بات سے مشروط قرار دیتے ہیں کہ اس سے کسی پڑوسی کو واضح ضرر نہ پہنچتا ہو۔ لہذا فقہ حنفی کے امام عثمان بن علی الزیلعی کی رائے کے مطابق اپنی ملکیت کی حدود میں ہر وہ عمل جس سے پڑوسیوں کو ضرر پہنچتا ہو وہ جائز نہیں ، اس لئے اگر کوئی حمام کھولنا چاہے تو اس میں شرط ہے کہ پڑوسیوں کو ضرر نہ پہنچتا ہو ۔ او راگر کوئی شخص رہائشی علاقے میں تندور کھولنا چاہے تو اس سے چونکہ پڑوسیوں کو ضرر پہنچتا ہے اس لئے یہ جائز نہیں۔ الزیلعی کے مطابق قیاساً تو ایسا نہیں ہونا چاہیے لیکن مصلحت کیلئے ایسا کیا جاتا ہے(۲۹)۔

مجموعی طور پر بہر حال فقہاء احناف کی رائے یہی ہے کہ کوئی شخص اپنی ملکیت کی حدود میں جو بھی جائز عمل کرے قانون اس میں مداخلت نہیں کرے گی اس لئے کہ یہ انفرادی آزادی پر قدغن لگانا ہے۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں کہ احناف پڑوسی کو ضرر پہنچانے کو جائز سمجھتے ہیں اس بات پر وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ متفق ہیں کہ دینی طور پر ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پڑوسی سے اچھا معاملہ کرے، اس بارے میں بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں ، اور پڑوسی یا کسی بھی انسان کے بارے میں بدنیتی پر یقیناً اخروی طور پر باز پرس ہوگی۔

اسی لئے امام سرخسی اس بارے میں بحث کے آخر میں کہتے ہیں : " اور اگر کوئی اپنے پڑوسی کو تکلیف دینے سے باز رہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے"(۳۰)۔

امام شافعی کی رائے :

امام شافعی اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ کے موقف کے ساتھ متفق ہیں ، ان کی رائے میں بھی اگر کوئی شخص اپنی ملکیت میں معمول کی کوئی سرگرمی کررہا ہو تو اس میں

مداخلت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ پڑوسی کو پہنچنے والے ضرر سے یہ بڑا ضرر ہے کہ کسی کو اس کی ذاتی ملکیت میں تصرف کرنے سے روکا جائے۔

کتاب الام کے مطابق امام شافعی کہتے ہیں:

"اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان " لاضرر ولاضرار " کی تاویل کرے تو یہ مجمل بات ہے اور اس میں ایسا [یعنی ذاتی ملکیت میں کسی تصرف سے منع کرنے کا] کوئی احتمال نہیں۔ بلکہ اس میں اس کے برعکس دلیل ہے اور وہ یہ کہ " لا ضرر " یعنی کسی شخص کو اس کے مال میں ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے جو اس پر لازم نہ ہو، اور " لاضرار " یعنی ہر شخص اپنے مال سے ضرر کو دور ہٹاتا ہے اور ہر ایک کا اپنا مال ہے "۔

" اگر کوئی کہے کہ میں یہ لوگوں کے مال میں ان کا خیال رکھتے ہوئے ان کو کسی عمل سے روکتا ہوں، تو اس کو کہا جائیگا کہ آپ غور کریں کہ ایک آدمی کی عمارت میں کسی کا نو مربع ہاتھ کمرہ ہے، پہلا آدمی جو صاحب استطاعت ہے دوسرے کو اس کے کمرے کی قیمت ایک لاکھ یا اس سے زیادہ دینار دیکر اس سے خریدنا چاہے، اگرچہ اس کی قیمت ایک درھم کے برابر ہو، یا اس کے بدلے میں اس کو مال اور خادم دینے کیلئے تیار ہو، کیا اس کے فائدے کیلئے اس کو اس سودا پر مجبور کیا جائیگا کہ وہ اس بہت زیادہ (مال) کو اس تھوڑے کے بدلے میں ضرور لے "(۳۱)۔

آگے چل کر امام شافعی یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کو مجبور نہیں کیا جائیگا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ امام شافعی بھی احناف کی طرح زیر بحث حدیث کو ملکیت کے حق پر کوئی قید لگانے کی دلیل نہیں سمجھتے، البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ کسی نے بھی اگر ملکیت کے حق کو مضر مقاصد کیلئے استعمال کیا وہ قانون کی نظر میں مجرم نہ سہی، لیکن گناہ کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کی رائے:

امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی متفقہ رائے ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ملکیت میں کوئی ایسا کام کرے جس سے اس کو تو فائدہ ہو لیکن کسی اور کو نقصان ہو، یا کسی اور کے

فائدہ پر غلط اثر پڑ رہا ہو، تو پہلے شخص کو اس عمل سے قانوناً منع کیا جائیگا، اگرچہ یہ معمول کے مطابق ایک عمل ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی اونچی عمارت میں پڑوسی کے گھر کے اوپر کوئی کھڑکی بنالے یا اونچی عمارت بنالے جو پڑوسی کے گھر کی جانب کھلی ہو، تو اس کیلئے پردے کا اہتمام کرنا لازمی ہوگا۔ یہ امام احمد کا قول ہے(۳۲)۔

امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص اپنے پڑوسی کے کنویں سے دور اپنا کنواں ایسی زمین میں کھود لے جس کو اس نے پہلے ہی سے قابل کاشت بنایا تھا، اور اس کے پڑوسی کا کنواں خشک ہوجائے اور پتہ چل جائے کہ یہ دوسرے کنویں کے سبب ہوا تو کیا دوسرے کنویں کو بند کرنے کا فیصلہ ہوگا؟

مالک نے فرمایا: اس آدمی کو اپنا کنواں بند کرنا ہوگا(۳۳)۔

اس طرح معلوم ہوا کہ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور کئی دوسرے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ذاتی ملکیت میں تصرف کا حق اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شارع کے مقاصد کے خلاف نہ ہو، کیونکہ کوئی بھی حق اسلام میں مطلق نہیں بلکہ اپنے مشروع مصالح کے ساتھ تمام حقوق مشروط ہیں چنانچہ جب حق کے استعمال سے شریعت کا مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہو یا الٹا اس سے کوئی نقصان پہنچے، اسی حالت میں حق کا استعمال ممنوع قرار پائے گا۔

ظاہریہ کی رائے:

ابن حزم کہتے ہیں:

"ہر ایک کو حق حاصل ہے کہ اپنے گھر کی دیوار میں کھڑکی یا روشندان بنادے یا دروازہ بنائے، یا اس کو پڑوسی کے گھر کی طرف یا کسی کھلے یا بند راستے میں گرائے"۔

اس کے پڑوسی کو کہا جائے گا کہ تم اپنے حق میں، اپنی ملکیت میں اپنے پردے کا انتظام کرلو۔ تاہم تاک جھانک سے قانوناً منع کیا جائیگا۔

اور (حق کو مقید کرنا) غلط ہے کیونکہ ہر صاحب حق کو اپنے حق سے سب سے زیادہ فائدہ ہونا چاہیے(۳۴)۔

ابن حزم زیر بحث حدیث (لا ضرر ولاضرار) کو غیر صحیح قرار دیتے ہیں ، کیونکہ یہ مرسل ہے ۔ اور اس کے راویوں میں زہیر بن ثابت ہے جو ضعیف ہے۔ البتہ وہ اس کے مفہوم سے اتفاق کرتے ہیں۔اس لئے وہ کہتے ہیں کہ کسی کو اپنی ملکیت میں تصرف سے کسی دوسرے کے فائدے کیلئے روکنا سب سے بڑا ضرر ہے(۳۵)۔

ابن حزم کی رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی سے اتفاق کرتے ہیں ۔ البتہ وہ حدیث مذکور کو بوجوہ صحیح نہیں مانتے ، جبکہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں ۔

خلاصہ بحث :

گذشتہ صفحات میں ہم نے حدیث "لا ضرر ولا ضرار " کی صحت ، معانی اور حقوق کے استعمال میں اس کی تطبیق کے متعلق فقہاء کی آراء کا جائزہ لیا ، جس سے حسب ذیل نکات کی وضاحت ہوئی۔

☆ جمہور فقہاء زیر بحث حدیث کو روایت کے اعتبار سے صحیح مانتے ہیں ، لیکن حقوق کے استعمال کے معاملے میں اس کی تطبیق میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ اور اگرچہ ابن حزم ظاہری اس کی صحت سے انکار کرتے ہیں لیکن مفہوم کے ساتھ وہ بھی متفق ہیں۔

☆ اس حدیث کے مفہوم کی تائید قرآن کریم کی متعدد آیات دیگر احادیث نبوی ، آثار صحابہ اور اس سے مستنبط فقہی قواعد وفروع سے ہوتی ہے۔

☆ اس حدیث کا اطلاق ایسی حالت میں خاص طور سے ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنے اختیار یا حق کے استعمال کے ذریعے کوئی غیر شرعی مقصد حاصل کرنا چاہتا ہو۔

☆ ملکیت کے حق کے استعمال میں اس حدیث کے اطلاق میں فقہاء کی دو رائے ہیں۔ ایک گروہ ملکیت میں تصرف کو اس حدیث سے مشروط کرتے ہیں اور دوسرا گروہ اس کا معنی برعکس لیتا ہے، یعنی کسی کو اس کی ملکیت کی حدود میں کسی تصرف سے حکومت یا پڑوسی کی طرف سے نہیں روکا جاسکتا۔

☆ درجہ بالا اختلاف قانون نافذ کرنے کے بارے میں ہے ، جہاں تک گناہ کا تعلق ہے تو سب متفق ہیں کہ اگر نیت بری ہو تو گناہ ہوگا۔ اس بارے میں قرآن وسنت کی دلائل بے شمار ہیں ۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ان کے جامع کلمات ہیں ۔ یہ آپ ﷺ کا خاصہ تھا کہ چند مختصر الفاظ میں ایک ایسا قاعدہ کلیہ بیان کیا ، جس کو اگر صحیح روح کے ساتھ عملی زندگی میں انفرادی واجتماعی سطح پر نافذ کیا جائے تو زمین امن وخوشحالی کا گہوارہ بن جائے۔

حوالہ جات

۱۔ مسند احمد ،بیروت ،داراحیاالتراث ،(۱۹۹۳) ا/ ۳۱۳ ص ۲۴۱ اور ۵/ ۳۲۷۔

۲۔ المستدرک للحاکم ،ریاض ،مکتبہ معارف ،۲/ ۵۸ ،کنزالعمال ۳/ ۹۱۹ ،حدیث نمبر ۹۱۶۷۔

۳۔ ابن رجب ، جامع العلوم والحکم ،بیروت ،دارالمعرفہ ،(۱۹۸۸) ص ۱۰۳ ۔

۴۔ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص ، احکام القرآن ،بیروت ،(۱۹۹۴) ا/ ۴۹۰ ۔

۵۔ ایضاً ، ا/ ۴۸۲ ۔

۶۔ ایضاً ۳/ ۶۱۴ ۔

۷۔ ایضا ۲/ ۱۲۶۔

۸۔ الشوکانی ، محمد بن علی بن محمد ، نیل الاوطار ،لاھور ،انصارالسنہ المحمدیہ ، ۵/ ۲۷۶ ۔

۹۔ ابن نجیم ،زین العابدین بن ابراھیم ، الاشباہ والنظائر علی مذھب ابی حنیفہ النعمان ،بیروت ،دارالکتب العلمیہ ،پہلاایڈیشن ، ص ۸۵ ۔

۱۰۔ ابن نجیم ، الاشباہ والنظائر ص ۸۵ ، السیوطی ،جلال الدین عبد الرحمان ، الاشباہ والنظائر بیروت ،دار الکتب العلمیہ ،پہلا ایدیشن ، ص ۸۴۔

۱۱۔ ابن نجیم ، ص ۸۷ ، السیوطی ، الاشباہ والنظائر ص ۸۶ ۔

۱۲۔ ایضاً ، ص ۸۷ ۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۸۷۔

۱۴۔ ابن منظور، لسان العرب، بیروت، دار احیأ التراث العربی، (۱۹۸۸) ۸/ ۴۴۔

۱۵۔ ابن الاثیر، عزالدین ابو الحسن علی بن محمد الجزری، النہایۃ فی غریب الحدیث، (مکتبہ ادارہ تحقیقات اسلامی) ۳/ ۱۶، الشوکانی، نیل الاوطار ۵/ ۲۷۶۔

۱۶۔ ابوالولید سلیمان بن خلف، کتاب المنتقی شرح الموطا، مصر، مکتبۃ السعادہ، (۱۳۳۲ھ) ۶/ ۴۰۔

۱۷۔ د/ ابراھیم انیس وآخرون، المعجم الوسیط، بیروت، دار الفکر، ۱/ ۵۳۷۔

۱۸۔ محمد بن ابو بکر عبدالقادر الرازی، مختار الصحاح ص ۳۷۹۔

۱۹۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ص ۳۰۳۔

۲۰۔ فتحی درینی، نظریۃ التعسف فی استعمال الحق، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، (۱۹۸۸) ص ۱۲۳۔

۲۱۔ الزرقا، مصطفیٰ احمد، الفعل الضار والضمان فیہ، دمشق، دارالقلم، (۱۹۸۸) ص ۲۲۔

۲۲۔ فتحی درینی، نظریہ التعسف ص ۵۴۔

۲۳۔ شاطبی، ابواسحاق ابراھیم بن موسی اللخمی الغرناطی المالکی، (وفات ۷۹۰ھ) الموافقات فی اصول الشریعۃ، مصر، المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ، (۱۹۷۵) ۲/ ۳۳۳۔

۲۴۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد حمص، شام، دارالحدیث، (۱۹۷۳) حدیث نمبر ۳۶۳۶، ۴/ ۵۰

۲۵۔ ابو الولید سلیمان بن خلف، المنتقی شرح الموطا ۶/ ۴۵۔

۲۶۔ جصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن ۲/ ۴۰۸۔

۲۷۔ سرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل (وفات ۴۸۳ھ)، المبسوط، ۱۵/ ۲۱۔

۲۸۔ الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۶/ ۲۲۴۔

۲۹۔ الزیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ۴/ ۱۹۶۔

۳۰۔ سرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل، المبسوط، بیروت، دارالمعرفہ، (دوسرا ایڈیشن) ۱۵/ ۲۱۔

۳۱۔ الشافعی، امام محمد بن ادریس، کتاب الام (مکتبہ ادارہ تحقیقات اسلامی) ۳/ ۲۲۲۔

۳۲۔ ابن رجب ، جامع العلوم والحکم ص ۳۰۵ ، ۳۰۶۔
۳۳۔ امام مالک ابن انس ، المدونۃ الکبریٰ، مصر،مطبعۃ السعادہ،(۱۳۲۳ھ) ۱۵/ ۱۹۷۔
۳۴۔ ابن حزم ، علی بن احمد ، المحلی بالاثار ،بیروت،دارالکتب العلمیہ، ۷/ ۸۵۔
۳۵۔ ایضاً۔